OPEN ACCESS
Al-ISRA
﴾International Journal of Islamic Thought﴿
ISSN: 2959-3603
www.israjr.com

Al-ISRA
Vol.:5, Issue: 1, Jan -March 2026 PP: 486-497

حجیتِ عرف اور اس کے شرائط کے معتبر ہونے کا تجزیاتی مطالعہ

An analytical study of the authority of Custom (Urf) and the conditions for its validity in Islamic Jurisprudence

Niaz Ur Rahman
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, AWKU Mardan
Email: Niazurrahman100@gmail.com

Asad Ali Khan
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, AWKU Mardan
Email: Asadkh455466@gmail.com

Aurangzeb
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, AWKU Mardan
Email: aurangzeb5397@gmail.com

Abstract

This article is the legal authority of Urf and the essential conditions required for its recognition in Islamic Jurisprudence. Islamic law acknowledges Urf as a secondary source of legislation, provided that it does not contradict the Quran, Sunnah, or established principles of Shariah. The study highlights the concept, significance and Juristic basis of Urf in the light of classical and contemporary Islamic legal thought. It further analyzes the conditions that render a custom legally valid, including its prevalence, continuity, clarity, and conformity with Islamic injunctions. Using an analytical and descriptive research methodology, the paper explores the role of Urf in addressing contemporary legal and social issues. The findings demonstrate that a sound and recognized custom facilitates legal flexibility and strengthens the practical application of Islamic law while preserving its fundamental objectives. The study concludes that Urf when fulfilling the prescribed conditions, remains an effective instrument of Ijtihad and legal interpretation in modern Islamic Jurisprudence.

***Keywords**: Urf, Legal authority, Islamic Jurisprudence, Custom, Shariah, Islamic Law, Ijtihad, Validity of Custom.*

CC BY

تمہید

اسلامی شریعت ایک مکمل اور جامع نظامِ حیات ہے جو ہر دور اور ہر معاشرے کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے انسانیت کی رہنمائی کرتی ہے۔ شریعت کے بنیادی مصادر قرآن کریم اور سنتِ نبوی ﷺ ہیں تاہم ایسے بہت سے عملی اور معاشرتی معاملات پیش آتے ہیں جن کی جزئی تفصیلات نصوص میں موجود نہیں ہوتیں۔ ان امور میں فقہائے اسلام نے عرف کو ایک اہم اصولی ماخذ کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے۔ عرف دراصل معاشرے میں رائج وہ معمول، طرزِ عمل یا روایت ہے جسے لوگ عمومی طور پر اختیار کرتے ہیں اور جو شریعت کے مسلمہ اصول سے متصادم نہ ہو۔ اسلامی فقہ میں عرف کی حجیت اور اس کے معتبر ہونے کی شرائط کو خاص اہمیت حاصل ہے کیونکہ انہی کی بنیاد پر عرف کو احکامِ شرعیہ کے استنباط اور تطبیق میں دلیل کے طور پر قبول کیا جاتا ہے۔ زیرِ نظر مقالہ اسی موضوع کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرتا ہے جس میں عرف کی شرعی حیثیت، اس کی حجیت اور اس کے معتبر ہونے کے لیے فقہائے اسلام کی بیان کردہ شرائط کا علمی و تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس تحقیق سے یہ واضح ہوگا کہ عرف اسلامی قانون کی وسعت، اعتدال اور عصری مسائل کے حل میں کس قدر مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔

حجیت عرف

عرف ایک اہم شرعی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ لوگوں کے روزمرہ اکثر عمومی معاملات اسی پر بناء ہیں۔ قرآن وحدیث میں بھی عرف کی بنیاد پر احکام ثابت ہوتے ہیں اور فقہاء کرام نے اس کو ایک اصول کے طور پر قبول کیا ہے۔

ذیل میں قرآن وحدیث سے عرف کی حجیت کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں

قرآن مجید سے حجیت عرف

ارشاد باری تعالی ہے

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ"[1]

ترجمہ: یعنی درگزر اور معافی اختیار کرو اور نیکی کا حکم کرو

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے معروف (عرف) یا نیکی کا حکم دیا ہے۔

مفسرین کے مطابق یہاں "عرف" سے مراد وہ اچھے اعمال اور رسم ورواج ہیں، جو لوگوں میں معروف اور مقبول ہوں اور وہ شریعت کے خلاف نہ ہوں۔ جیسا کہ ابن کثیر ؒ فرماتے ہیں:

"ويدخل في ذلك جميع الطاعات"[2]

یعنی اس میں تمام نیک اعمال داخل ہیں۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شریعت عرف کو قبول کرتی ہے، جب تک وہ اسلامی احکام کے مخالف نہ ہوں۔ اسی طرح امام قرطبی[3] بھی، عرف "کو معاشرتی لحاظ سے معروف (مروج) اور اچھی عادت کے طور پر تسلیم کرتے ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عرف کو اسلامی معاشرت میں اہمیت دی گئی ہے۔

امام قرطبی ؒ فرماتے ہیں:

"كل خصلة حسنة ترضيها العقول وتطمئن اليها النفوس"[4]

ترجمہ یعنی ہر وہ اچھی عادت جس سے عقل سلیم راضی ہو اور نفوس اس سے مطمئن ہوں۔

2اسی طرح سورۃ البقرۃ آیت نمبر 233 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَعَلَى ٱلْمَوْلُودِ لَهُۥ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ "[5]-

ترجمہ: "اور بچے کے باپ پر ہے کہ وہ ان (ماؤں) کا کھانا اور کپڑا معروف رواج عرف کے مطابق دے"

تفسیر ابن کثیر میں اس آیت میں المعروف" سے مراد یہ ہے کہ والد بچے کی ماں کو کھانا اور لباس معاشرتی طور پر عرف کے مطابق دے جیسا کہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

"أي بما جرت به عادة امثالهن في بلدهن من غير اسراف ولا اقتار"[6]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ معاشرتی عرف کو مد نظر رکھتے ہوئے خرچ کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

ابن جریر طبری[7] نے تفسیر طبری میں بھی "المعروف کی تشریح عرف کے مطابق کی گئی ہے

"و يعنى بقوله المعروف بما يجب بمثلها على مثله " [8]

3سورۃ الطلاق کی آیت نمبر 7 میں حکم باری تعالیٰ ہے

لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِۦ---- "[9]

یعنی "وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر رزق تنگ ہو تو وہ

اس میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے۔

تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی[10] نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ

"لینفق کل واحد من الموسر والمعسر ما يبلغه وسعه "[11]

یعنی "مالدار اور تنگ دست اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے۔

ان آیات کی تفاسیر سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی احکام میں عرف کو ایک اہم عنصر کے طور پر شامل کیا گیا ہے.

احادیث مبارکہ سے حجیت عرف

قرآن مجید کی طرح سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عرف کی حجیت ثابت ہوتی ہے۔بہت ساری احادیث مبارکہ ہیں۔ جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عرف کو شرعی احکام میں نہایت اہم مقام اور اہمیت حاصل ہے۔

1۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

"المسلمون على شروطهم [12]

یعنی مسلمان اپنی شرائط کے پابند ہیں۔

اس حدیث سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ اگر دو مسلمان باہمی رضامندی سے کوئی شرط یا معاہدہ طے کرتے ہیں۔ تو اس کی پابندی بھی لازم ہے بشرطیکہ وہ شرط یا معاہدہ شریعت کے منافی نہ ہو۔

2۔اسی طرح آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے:

"ما رآہ المسلمون حسنا فهو عند الله حسن"[13]

یعنی "جو چیز مسلمانوں کے ہاں اچھی ہو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا جو اجتماعی عرف اور رواج ہو بشرطیکہ وہ شریعت کے اصولوں کے عین مطابق ہو تو، اسے اللہ تعالی نے بھی پسند فرمایا ہے اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اگر کوئی عرف اخلاقی و معاشرتی لحاظ سے مستحسن ہو تو اسے قبول کیا جاسکتا ہے۔

3۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زوجہ ابوسفیان حضرت ہندہ رضی اللہ عنھا سے فرمایا:

" خذی انت وولدك ما يكفيك بالمعروف"[14]

ترجمہ: یعنی اپنے اور بچے کے لیے جو کافی ہو، عرف کے مطابق لے لو"

الغرض فقہ اسلامی کے تمام مکاتب فکر نے عرف کو ایک معتبر ذریعہ تسلیم کر لیا ہے، خصوصاً جب کوئی نص صریح موجود نہ ہو۔

امام مالک، امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمھم اللہ[15] جیسے جلیل القدر فقہاء کرام نے بھی عرف کو قانون سازی کا ایک اہم اصول مانا ہے

عرف کے معتبر ہونے کے لیے شرائط:

عرف ہر جگہ اور ہر قسم کا عرف معتبر نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے چند مخصوص شرائط ہیں، جن کا پایا جانا ضروری ہے۔

1۔ عرف پر عمل کی وجہ سے کسی نص کی مخالفت لازم نہ آئے جیسے شراب نوشی کہ یہ نص کی وجہ سے حرام ہے، اب عرف کی وجہ سے، کہ کسی علاقے میں یہ معروف ہو جائے اور تمام لوگ اس کو پینے لگیں، یہ جائز اور حلال نہیں ہو سکتا، جیسے عبد الکریم زیدان[16] فرماتے ہیں:

"أن لا يكون مخالفا للنص "[17]

ترجمہ: "یعنی عرف نص کے خلاف نہ ہو"

2۔ عرف صراحت کے خلاف نہ ہو جیسے خریداری کے وقت بعض اشیاء میں عرف یہ ہوتا ہے کہ سامان پہنچانے کے اخراجات بائع کے ذمے ہوتے ہیں لیکن اگر بائع وقت بیع یہ تصریح کردے کہ اس کے پہنچانے کے اخراجات میرے ذمے نہیں ہوں گے تو اس وقت عرف متروک ہوگا اور اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ:

"الا يعارض العرف تصريح بخلافه"[18]

یعنی عرف تصریح کے خلاف نہ ہو۔

3۔ عرف کے مقبول اور معتبر ہونے کے لیے تیسری شرط یہ ہے عرف معاملے کے وقت موجود ہو، عبد الکریم الزیدان فرماتے ہیں۔

ان يكون العرف الذي يحمل عليه التصرف موجودا وقت انشائه"[19]

مثلا بعض چیزوں میں قسطوں پر فروخت یا خریداری کا عرف ہے، اب کوئی معاملہ ہوا لیکن معاملے کے وقت اس چیز میں قسطوں پر فروخت کرنے کا عرف نہیں تھا۔ بعد میں اس چیز کی خرید و فروخت بھی اقساط پر ہونے لگی تو جو معاملہ ہوا ہے اس میں اقساط کے ساتھ ادائیگی کا عرف معتبر نہیں ہوگا کیونکہ انعقاد کے وقت یہ عرف موجود نہیں تھا۔ عبد الکریم الزیدان کے قول (انشائہ) کا یہی مطلب ہے۔

4۔ عرف کے معتبر ہونے کی چوتھی شرط یہ ہے کہ عرف جاری ہو یعنی ختم نہ ہوا ہو، عام ہو اور معروف ہو بلکہ باقی ہو، لیکن اگر کوئی عرف ختم ہو جائے تو پھر اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

جیسا کہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

"أن يكون العرف مطردا معروفا وأن يكون العرف عاما"[20]

اختلافِ عرف کے ساتھ اختلافِ احکام

عرف کی تبدیلی سے شرعی احکام میں تبدیلی کا مسئلہ فقہ اسلامی کا ایک اہم باب ہے اور اس اصول کو فقہ اسلامی میں نہ صرف تسلیم کیا گیا ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے کہ عرف و عادت کے بدلنے سے فقہی احکام میں بھی تبدیلی رونما ہوتی ہے، بشرط یہ کہ وہ کسی نص قطعی کے خلاف نہ ہوں۔ اس لیے عبد الکریم الزیدان فرماتے ہیں

الأحكام المبنية على العرف والعادة ، تتغير اذا تغيرت العادة ، وهذا هو المقصودمن قول الفقهاء[21] . "

یعنی عرف و عادت پر مبنی احکام، عرف / عادت کے بدلنے سے تبدیل ہوتے ہیں اور فقہاء کرام کے اقوال کا مقصد ہی یہی ہے۔

اسی طرح جلال الدین سیوطیؒ[22] فرماتے ہیں:

الثابت بالعرف کا لثابت بالنص " [23]

یعنی جو بات عرف سے ثابت ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے وہ کسی نص سے ثابت ہو چکی ہو۔

امام سیوطی نے یہاں ایک اصول بیان فرمایا ہے کہ شریعت میں عرف و عادت کا اعتبار ایسا ہی ہے جیسے کسی واضح نص یعنی قرآن و حدیث کا، لیکن یہ شرط ضرور ملحوظ نظر ہو کہ وہ شریعت کے اصولوں سے متصادم نہ ہو۔

فتاوی عالمگیری میں بھی صراحتاً یہ بیان کیا گیا ہے۔

تغيير العرف يوجب تغيير الحكم[24]

یعنی عرف کے بدلنے سے حکم بھی بدل جاتا ہے۔

یعنی فتاوی عالمگیری میں ایک اصول بیان کیا گیا ہے کہ عرف و عادت کا حکم بھی معتبر ہے اور عرف میں تبدیلی آنے سے اس حکم میں بھی تبدیلی آئے گی خصوصا جب حکم عرف پر مبنی ہو۔ علامہ کاسانی اختلاف عرف کے ساتھ اختلاف احکام پر تصریح کرتے

ہوئے لکھتے ہیں:

"إن كان الحكم متعلقا بالعرف فهو مختلف باختلاف العرف "[25]

یعنی اگر حکم کا انحصار عرف پر ہو تو عرف کے بدلنے سے حکم بھی بدل جائے گا۔

یعنی علامہ کاسانی[26] کے ہاں حکم عرف کے تابع ہے اور عرف کی تبدیلی سے حکم میں بھی تبدیلی لائی جاسکتی ہے

علامہ شاطبی[27] کے ہاں بھی احکام کو عرف و عادت کے مطابق بدلنے میں کوئی حرج نہیں جب تک کوئی قطعی نص اس عادت کے خلاف موجود نہ ہو مثلاً فرماتے ہیں:

الأحكام تتبع العادات إذا لم يوجد ما ينافيها"[28]

یعنی احکام عادات کے مطابق ہوتے ہیں بشرط یہ کہ ایسی کوئی دلیل نہ ہو جو ان عادات کے مخالف ہو

صاحب مجمع الانہر نے اس کو شرط کی طرح معتبر مانا ہے۔ فرماتے ہیں:

المعروف عرفاً كا المشروط شرطا "[29]

یعنی جو بات عرف میں معروف و معلوم ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی بات شرط کے طور پر معتبر ہو۔

عرف کے بدلنے کے احکام میں تبدیلی کی مثالیں

مہر کی مقدار میں تبدیلی:

زمانہ قدیم میں مہر کی مقدار مخصوص سماجی اور معاشی حالات کے مطابق مقرر کی جاتی تھی۔ آج بھی عرف کی تبدیلی کی وجہ سے مہر کی مقدار میں کمی یا اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

علامہ سرخسی[30] فرماتے ہیں:

لأن المهورتختلف باختلاف البلدان عادة "[31]

یعنی شہر کے مختلف ہونے سے مہر بھی مختلف ہوا کرتا ہے

کیونکہ ہر شہر کا عرف ہوتا ہے۔ اس سے پہلے فرماتے ہیں کہ:

لان المهور تختلف باختلاف هذه الأوصاف "

یعنی اوصاف کی تبدیلی سے بھی مہر کی مقدار مختلف ہو سکتی ہے ان اقوال کے پیش کرنے کا واحد مقصد یہی ہے کہ بعض علاقوں اور شہروں میں کسی وصف کو فوقیت دی جاتی ہے جب کہ دوسرے شہر میں وہی وصف اور صفت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

لباس کے مسائل:

شریعت مطہرہ نے لباس کے حوالے سے عمومی اصول دیے ہیں جیسے ستر پوشی وغیرہ لیکن لباس کی مخصوص شکلیں عرف کے ساتھ تبدیل ہو سکتی ہیں، بشرط یہ کہ وہ حیا اور شریعت کے اصولوں کے عین موافق ہوں۔

پہلے زمانے میں عرب میں مرد حضرات جبہ اور عباء پہنا کرتے تھے لیکن آج مختلف خطوں میں مردوں کے عرف کے

مطابق لباس تبدیل ہو چکا ہے. ابن قدامہ[32] کا قول ہے

اللباس الذي يعتاد به الناس إذا كان ساتراً للعورة وموافقا لأحكام الشرع فهو جائز[33]

یعنی جو لباس لوگوں میں مروج ہو، اگر وہ ستر پوشی کرتا ہو اور شریعت کے مطابق ہو تو جائز ہے .

پیشوں کی اجرت اور اوقات کار

پہلے اجرت اور کام کے اوقات میں اتنی سختی نہیں ہوتی تھی لیکن آج کل عرف کے مطابق باقاعدہ معاہدات ہوتے ہیں۔ جن میں کام کے اوقات اور اجرت کا تعین ہوتا ہے۔

الاجر يتبع ما تعارف عليه الناس في وقت العقد ما لم يخالف الشرع "[34]

یعنی اجرت کا تعین عرف کے مطابق ہو گا بشرطیکہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہو

زبانی و تحریری معاہدات

زمانہ قدیم میں زبانی روایت کے معاہدے کافی سمجھے جاتے تھے لیکن آج تحریری معاہدات ہوا کرتے ہیں تاکہ کسی تنازعے کی صورت میں کوئی حوالہ موجود ہو مثلاً

والمرجع في ذلك الى العرف ، فما تعارف عليه الناس من اعتبار العقد الموثق كتابة او شفاهة فهو المعتبر "[35]

یعنی اس معاملے میں عرف کا اعتبار ہو گا، جو طریقہ لوگوں کے درمیان مروج ہو، چاہے وہ تحریری ہو یا زبانی، وہی معتبر ہو گا۔

مرد و عورت کی گواہی

بعض معاملات میں صرف مردوں کی گواہی معتبر سمجھی جاتی تھی لیکن آج ان معاملات میں خواتین بھی برابر شریک ہوتی ہیں، اس لیے ان کی گواہی قبول کی جاتی ہے،

تعتبر شهادة النساء في الأمور التي صار العرف على اشتراكهن فيها "[36]

یعنی ان معاملات میں خواتین کی گواہی معتبر ہو گی، جن میں عرف کے مطابق وہ شریک ہوں۔

نماز کے اوقات میں عرف کے مطابق تبدیلی

پہلے نماز کے اوقات کا اعلان اذان کے ذریعے کیا جاتا تھا لیکن آج کل عرف کے مطابق مساجد میں بورڈ وغیرہ پر نماز کے مخصوص اوقات لکھے جاتے ہیں یا ڈیجیٹل طریقے کے اطلاع دی جاتی ہے۔

ابن عابدین شامی فرماتے ہیں۔

الوسائل المتبعة في الأخبار عن اوقات الصلاة تتبع العرف ما لم تخل بالشرع"[37]

یعنی نماز کے اوقات کی اطلاع کے ذرائع عرف کے مطابق ہوں گے بشرطیکہ وہ شریعت سے متصادم نہ ہوں۔

مذکورہ بالا تمام مثالیں اس بات کی دلیل ہیں کہ فقہ اسلامی عرف کو کتنی اہمیت دیتی ہیں اور وقت وحالات کے مطابق شرعی احکام میں ایسی تبدیلی کی گنجائش موجود ہے جو شریعت کے اصولوں کے خلاف اور اس کے متصادم نہ ہو۔

تجزیہ

عرف اسلامی فقہ کا ایک اہم اصولی ماخذ ہے جس نے شریعت کے عملی نفاذ میں ہمیزہ اہم کردار ادا کیا ہے۔ زیرِ نظر مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ فقہائے اسلام نے عرف کو مستقل مصدرِ شریعت کے بجائے ایک معاون اصول کے طور پر تسلیم کیا ہے جو نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں مسائل کے حل میں مدد فراہم کرتا ہے۔ قرآن و سنت میں "معروف" کے تصور سے عرف کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے تاہم اس کی حجیت کو مخصوص شرائط کے ساتھ مشروط رکھا گیا ہے۔ فقہا نے اس بات پر زور دیا ہے کہ وہی عرف معتبر ہوگا جو شریعت کے کسی قطعی حکم سے متصادم نہ ہو۔

عرف کے معتبر ہونے کے لیے اس کا عام، معروف، مسلسل اور معاملے کے وقت موجود ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ یہ اصول اسلامی قانون کو جامد ہونے سے بچاتا ہے اور بدلتے ہوئے معاشرتی حالات کے مطابق مسائل کے حل میں آسانی پیدا کرتا ہے۔ فقہی مذاہب خصوصاً حنفی، مالی اور شافعی نے عرف کو مختلف معاملات میں اہمیت دی ہے۔

تحقیقی جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرف کی بنیاد پر بننے والے احکام حالات اور زمانے کی تبدیلی کے ساتھ تبدیل ہو سکتے ہیں لیکن بنیادی شرعی اصول اپنی جگہ برقرار رہتے ہیں۔ مہر، لباس، اجرت اور معاملاتِ تجارت کی مثالیں اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ فقہ اسلامی نے انسانی معاشرتی ضروریات کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا ہے لہٰذا عرف شریعت کے مقاصد کے حصول، آسانی پیدا کرنے اور نئے پیش آمدہ مسائل کے حل میں ایک مؤثر ذریعہ ہے۔

خلاصۂ بحث

اس تحقیق میں اسلامی فقہ میں عرف کی حجیت اور اس کے معتبر ہونے کی شرائط کا اصولی و تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ عرف اسلامی قانون کا ایک اہم معاون اصول ہے جسے فقہائے اسلام نے قرآن و سنت کی روشنی میں معتبر قرار دیا ہے۔ شریعت نے انسانی معاشرت کے بدلتے ہوئے حالات اور ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے عرف کو خاص اہمیت دی ہے تاکہ ایسے معاملات میں آسانی پیدا کی جا سکے جن کے بارے میں صریح نص موجود نہ ہو تاہم ہر رائج رسم یا عادت شرعاً قابلِ قبول نہیں ہوتی بلکہ صرف وہی عرف معتبر سمجھا جاتا ہے جو قرآو سنت، اجماع اور مقاصدِ شریعت سے متصادم نہ ہو۔ فقہائے کرام نے عرف کے معتبر ہونے کے لیے متعدد شرائط بیان کی ہیں جن میں اس کا عام، معروف، مسلسل، واضح اور معاملے کے وقت موجود ہونا بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس تحقیق سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عرف پر مبنی فقہی احکام زمانے، حالات اور معاشرتی ضروریات کی تبدیلی کے ساتھ تبدیل ہو سکتے ہیں جبکہ قطعی نصوص سے ثابت احکام میں کسی قسم کی تبدیلی کی گنجائش نہیں۔ مزید برآں عرف اسلامی فقہ میں اعتدال، آسانی، مصلحتِ عامہ اور عملی تطبیق کے اصول کو مضبوط بناتا ہے۔ عصرِ حاضر میں پیدا ہونے والے نئے معاشرتی، معاشی اور قانونی مسائل کے حل میں بھی معتبر عرف ایک مؤثر اور قابلِ اعتماد اصول ثابت ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر یہ تحقیق اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ عرف اسلامی قانون کی وسعت، لچک اور ہمہ گیری کا مظہر ہے اور شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اجتہاد اور قانون سازی کے عمل میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔

نتائج البحث:

1. عرف اسلامی فقہ کا ایک معتبر اصولی ماخذ ہے جو شریعت کے عملی اطلاق میں معاون کردار ادا کرتا ہے۔
2. قرآن و سنت میں معروف اور معاشرتی بھلائی کے اصول کے ذریعے عرف کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔
3. ہر عرف حجت نہیں بلکہ صرف وہی عرف معتبر ہے جو شریعت کے خلاف نہ ہو۔
4. عرف کے معتبر ہونے کے لیے اس کا عام، مسلسل، واضح اور معاملے کے وقت موجود ہونا ضروری ہے۔
5. فقہائے اسلام نے عرف کو بدلتے ہوئے معاشرتی حالات کے حل کے لیے ایک مؤثر ذریعہ قرار دیا ہے۔
6. عرف پر مبنی فقہی احکام زمانے اور حالات کی تبدیلی سے تبدیل ہو سکتے ہیں۔
7. عرف اسلامی قانون میں اعتدال، آسانی اور معاشرتی ضروریات کی رعایت کو ظاہر کرتا ہے۔

سفارشات

1. عصرِ حاضر میں پیدا ہونے والے نئے معاشرتی، معاشی اور قانونی مسائل کے حل کے لیے عرف کے اصول کو اصولِ فقہ کی روشنی میں مزید تحقیق اور اجتہاد کا محور بنایا جائے۔
2. جامعات اور دینی تحقیقی اداروں میں عرف اور اس کی حجیت پر مستقل تحقیقی منصوبے، سیمینار اور علمی مکالموں کا انعقاد کیا جائے تاکہ اس موضوع پر معیاری علمی سرمایہ میں اضافہ ہو۔
3. فقہی تحقیقات میں مقامی، علاقائی اور بین الاقوامی عرف کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تاکہ بدلتے ہوئے معاشرتی حالات میں شرعی رہنمائی مؤثر انداز میں فراہم کی جا سکے۔
4. علما، مفتیانِ کرام اور محققین عرفِ صحیح اور عرفِ فاسد کے درمیان واضح امتیاز کو عام کریں تاکہ معاشرے میں غیر شرعی رسوم کو دینی جواز نہ مل سکے۔
5. عدالتوں، شرعی اداروں اور افتائی مراکز میں ایسے معاملات میں معتبر عرف سے رہنمائی حاصل کی جائے جن کے متعلق کوئی صریح شرعی نص موجود نہ ہو۔
6. اصولِ فقہ کے نصاب میں عرف کی عملی، قانونی اور معاشرتی اہمیت کو جدید مثالوں کے ساتھ شامل کیا جائے تاکہ طلبہ اس کے اخلاقی پہلوؤں سے بخوبی آگاہ ہو سکیں۔
7. جدید مالیاتی، تجارتی، ڈیجیٹل اور سماجی معاملات میں شرعی اصولوں کے مطابق معتبر عرف سے استفادہ کرتے ہوئے اجتہادی رہنمائی فراہم کی جائے۔
8. عوام میں یہ شعور بیدار کیا جائے کہ ہر رائج رسم یا معاشرتی روایت شرعاً معتبر نہیں ہوتی بلکہ صرف وہی عرف قابلِ قبول ہے جو قرآن و سنت اور مقاصدِ شریعت کے مطابق ہو۔
9. اسلامی قانون کی عصری تطبیق اور مؤثر قانون سازی کے لیے عرف کے اصول کو مقاصدِ شریعت، مصلحتِ عامہ اور عدل و انصاف کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کر کے فروغ دیا جائے۔

CC BY

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی و حوالہ جات

1سورۃالاعراف 199:07

2 تفسیر القرآن العظیم، ج:6، ص:192

3القرطبیّ، مکمل نام الإمام ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبیّ (المتوفی 671ھ)، ایک جلیل القدر مفسر، محدث، اور فقیہ تھے۔ وہ اندلس (اسپین) کے شہر قرطبہ میں پیدا ہوئے اور اپنی علمی خدمات کی بدولت اسلامی دنیا میں معروف ہوئے ن کی مشہور کتاب "الجامع الاحکام القرآن" قرآن کی تفسیر پر ایک اہم اور جامع تصنیف ہے۔ یہ کتاب فقہی اور لغوی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ قرآنی احکام کی وضاحت پر مشتمل ہے۔ قرطبیّ شافعی فقہ سے تعلق رکھتے تھے، لیکن ان کی تفسیری آراء میں دیگر مکاتبِ فکر کی بھی جھلک ملتی ہے۔ (موقع وزاۃالاوقاف المصریۃ، تراجم موجزۃللاعلام، ج1, ص445)

4ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبیّ، الجامع الاحکام القرآن (مؤسسہ الرسالہ، بیروت، الطبعہ الاولی، سن اشاعت: 1427ھ) ج:9، ص:421

5سورۃالبقرۃ 233:02

6 تفسیر القرآن العظیم، ج:3، ص:298

7 محمد بن جریر الطبری: ابو جعفر الطبری، ایک مشہور محدث اور مؤرخ تھے۔ ان کی مشہور کتابیں جامع البیان اور تاریخ الامم والملوک ہیں۔ ان کا انتقال 310 ہجری میں ہوا، محمد بن جریر الطبری 224ھ (839ء) میں آمل، طبرستان (موجودہ ایران) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد، انہوں نے علمی جستجو میں، بغداد، کوفہ، بصرہ، شام اور مصر کا سفر کیا اور اس دور کے نامور علما سے کسبِ علم کیا۔ طبری ابتدا میں شافعی فقہ کے پیروکار تھے، مگر بعد میں انہوں نے اپنا ایک مستقل فقہی مسلک (مذہب طبری) قائم کیا، جو بعد میں زیادہ فروغ نہ پا سکا۔

(ابو جعفر محمد بن جریر الطبری، تاریخ الامم والملوک 310 ھجری، دار الکتب العلمیۃ—بیروت الطبعۃالأولی، 1407 عدد الاجزاء: 5، ج1، ص73)

8ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری، جامع البیان من تاویل القرآن (موسسۃالرسالہ بیروت، الطبعہ الاولی، سن اشاعت:1994ء) ج:2، ص:59

9سورۃطلاق 07:65

10 شہاب الدین الآلوسی، (1217)ھ/1802ء - 1270ھ/1854ء) ایک مشہور عرب عالم، مفسر، محدث، ادیب اور فقیہ تھے۔ ان کا پورا نام شہاب الدین محمود بن عبد اللہ الحسینی الآلوسی تھا۔ وہ بغداد کے آلوسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، جو علمی و دینی لحاظ سے معروف تھا۔ ایک مفسر اور فقیہ تھے انہوں نے روح معانی جیسے شہرہ آفاق تفسیر لکھی۔ وہ اسلامی علوم میں سلفی طرزِ فکر کے حامل تھے اور تقلید کے بجائے تحقیق کو اہمیت دیتے تھے، وہ خلافتِ عثمانیہ کے دور میں بغداد کے مفتی بھی رہے۔ (عمر رضا کحالۃ، معجم المؤلفین، مؤسسہ الرسالہ، ج12, ص175)

11 شہاب الدین محمود بن عبد اللہ الآلوسی البغدادی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی (دار الفکر، بیروت، الطبعہ الاولی، سن اشاعت: 1431ھ/2010ء) ج: 2، ص: 233

12 ابوداؤد سلمان بن الاشعث السجستانی، سنن ابی داود، (مکتبہ رحمانیہ لاہور، سن اشاعت: ن م) کتاب القضاء، باب الصلح، ج: 2، ص: 150، رقم الحدیث: 3594

13 احمد بن محمد بن حنبل، مسند الامام احمد (دار الفکر، سن شاعت: 1994ء) ج: 1، ص: 379

14 ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری (قدیمی کتب خانہ، کراچی، الطبعۃ الاولی، سن اشاعت: 1357ھ/1935) ج: 1، ص: 294

15 ابو حنیفہ: امام ابو حنیفہ النعمان بن ثابت، فقہ حنفی کے بانی تھے۔ فقہ کو حماد بن سلیمان سے حاصل کیا۔ آپ سن 80ھ کو پیدا ہوئے اور 150 ہجری کو بغداد میں انتقال کر گئے 70 سال کی عمر میں، اسلام کے چار بڑے فقہی مذاہب میں سے ایک، مذہبِ حنفی کے بانی تھے۔ ان کا اصل نام نعمان بن ثابت تھا اور وہ کوفہ، عراق میں پیدا ہوئے۔ فقہ، حدیث، اور کلام میں مہارت رکھتے تھے۔ اصولِ استحسان (یعنی قیاس کے مقابلے میں زیادہ موزوں دلیل اختیار کرنا) پر زور دیا۔ ان کے شاگردوں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے ان کے فقہی اصولوں کو مزید پھیلایا۔ (ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی، تہذیب الاسماء واللغات، دار الکتب العلمیہ، ج 2، ص 216)

16 عبد الکریم زیدان ایک معروف عراقی فقیہ، مفسر، اور اسلامی قانون دان تھے۔ وہ فقہِ اسلامی اور شریعت کے ماہر سمجھے جاتے تھے اور کئی علمی کتب کے مصنف تھے۔ جنہوں نے دیوان شعر اور شرح لامیہ العرب جیسے کام کیے۔ عبد الکریم زیدان 1921ء میں عراق میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اسلامی علوم میں مہارت حاصل کی اور بغداد یونیورسٹی سے فقہ اسلامی میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ عبد الکریم زیدان بغداد یونیورسٹی میں اسلامی قانون کے پروفیسر رہے اور مختلف علمی اور دینی حلقوں میں اسلامی شریعت کے حوالے سے نمایاں کردار ادا کیا۔ ان کا انتقال 1941 میں ہوا۔ (معجم المؤلفین، ج 5، ص 315)

17 عبد الکریم الزیدان، الوجیز فی اصول الفقہ، (موسسہ قرطبہ، الطبعہ السادسہ، سن اشاعت: ن م) ص: 252

18 الوجیز فی اصول الفقہ، ص: 257

19 الوجیز فی اصول الفقہ، ص: 256

20 ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، الاشباہ والنظائر (دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعہ الاولی، سن اشاعت: 1419ھ) ص: 79

21 الوجیز فی اصول الفقہ، ص: 257

22 جلال الدین السیوطی، ایک مشہور حافظ، مؤرخ اور فقیہ تھے، جنہوں نے الإتقان فی علوم القرآن اور الحاوی للفتاوی جیسے کام کیے۔ ان کا انتقال 911 ہجری میں ہوا۔ وہ مصر کے علمی مرکز قاہرہ میں پیدا ہوئے اور اپنی زندگی کا بیشتر حصہ وہیں گزارا۔ سیوطیؒ کو اپنی کثیر التصانیف علمی خدمات کے سبب اسلامی تاریخ کے اہم علماء میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان کے والد ایک فقیہ تھے، مگر وہ بچپن میں ہی یتیم ہو گئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم قاہرہ میں حاصل کی اور مختلف اساتذہ سے حدیث، تفسیر، فقہ، لغت اور دیگر علوم میں مہارت حاصل کی۔ وہ شافعی فقہ کے پیروکار تھے۔ (عمر رضا کحالہ، معجم المؤلفین مؤسسہ الرسالہ، ج 2، ص، 120)

23 جلال الدین سیوطی، الاشباہ والنظائر (دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن اشاعت: 1998) ج: 1، ص: 87

24 جماعۃ من علماء الہند الاعلام، فتاوی عالمگیریۃ (دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن اشاعت: 2000م) ج: 2، ص: 256

25 علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی، البدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (دار الکتب العلمیہ، سن اشاعت: 2003) ج: 6، ص: 25

26 سعد الدین کاسانی، ایک فقیہ اور صوفی تھے، جنہوں نے بدائع الصنائع جیسے فقہی کتابیں لکھیں۔ ان کا انتقال 1296 ہجری میں ہوا۔ وہ

فقہ، اصول فقہ، اور اسلامی قانونکے ایک بڑے عالم تھے۔ سعد الدین کاسانی اپنے زمانے کے بڑے فقہاء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی کتاب "بدائع الصنائع" کو فقہ حنفی میں خاص اہمیت حاصل ہے، کیونکہ اس میں احکامِ شرعیہ کی ترتیب اور دلائل کو نہایت عمدگی سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ امام علاء الدین سمرقندی کے شاگرد بھی تھے اور بعد میں ان کے داماد بھی بنے۔(صلاح الدین الصفدی ،الوافی بالوفیات ج2, ص299دار الکتب العلمیہ، بیروت)

27فخر الدین الشاطبیؒ، اس کا پورا نام ابراہیم بن موسی بن محمد اللخمی الغرناطی ہے۔ایک مشہور فقیہ اور اصولی تھے، جنہوں نے الموافقات جیسے کتابیں تصنیف کیں۔ان کا انتقال 1388 میں غرناطہ (اسپین) میں وفات پائی۔ان کی فکر آج بھی اسلامی علوم میں ایک بنیادی حوالہ سمجھی جاتی ہے۔ان کی کتاب "الموافقات فی اصول الشریعہ "اصولِ فقہ پر ایک شاہکار جس میں مقاصدِ شریعت کو واضح کیا گیا ہے۔(صلاح الدین الصفدی،الوافی بالوفیات ج1, ص145دار الکتب العلمیہ، بیروت)

28ابو اسحاق ابراہیم بن موسی بن محمد اللخمی الشاطبیی القرناطی الموافقات (دار المعرفت بیروت، سن اشاعت: ن م) ج: 2، ص: 299

29عبد الرحمٰن بن محمد بن سلمان، مجمع الانہر (بیروت: الکتب العلمیہ، سن اشاعت: 2002) ج: 1، ص: 55

30سرخسی (محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی) ایک مشہور فقہائے احناف میں سے تھے۔وہ تقریباً 11ویں صدی میں موجود تھے اور اپنے علمی کاموں کی وجہ سے شہرت رکھتے ہیں۔ان کا تعلق سرخس) موجودہ ایران) سے تھا، اسی نسبت سے انہیں "سرخسی" کہا جاتا ہے۔سرخسی کو ایک وقت میں اپنے بعض فتاویٰ کی وجہ سے حکمرانوں نے قید کر دیا تھا، مگر اسی قید کے دوران انہوں نے المبسوط جیسی عظیم کتاب زبانی املا کرائی، جو ان کی غیر معمولی علمی صلاحیتوں کا ثبوت ہے۔ان کی وفات 1090ء کے قریب ہوئی۔(تراجم موجزۃ للاعلام ج1, ص264)

31شمس الدین سرخسی، کتاب المبسوط (دار المعرفۃ بیروت، سن اشاعت: ن م) ج: 5، ص: 64.

32ابن قدامہ (وفات 620ھ): ایک مشہور حنبلی فقیہ اور محدث، جنہوں نے کئی اہم دینی کتب لکھیں اور اپنی زندگی میں بغداد چلا اور عبد القادر جیلانی سے استفادہ کیا اور پھر واپس دمشق کا سفر کیا اور المغنی تصنیف کی اور بغداد میں آیا وفات دمشق میں ہوئی۔ابن قدامہ ایک جلیل القدر فقیہ، محدث اور حنبلی مسلک کے ممتاز عالم تھے۔انہوں نے دمشق میں رہ کر علم حاصل کیا اور اپنے زمانے کے بڑے علماء سے استفادہ کیا۔وہ فقہ حنبلی کے سب سے بڑے ماہرین میں شمار ہوتے ہیں۔(تراجم موجزۃ للأعلام ج2، ص144)

33موفق الدین ابو محمد ابن قدامہ المقدسی، المغنی (دار الفکر بیروت، سن اشاعت: 1985ء) ج: 1، ص: 576

34رد المحتار علی الدر المختار، ج: 5، ص: 29

35بدائع الصنائع، ج: 5، ص: 150

36ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ج: 3، ص: 203

37حاشیہ ابن عابدین، ج: 1، ص: 420